جناب عبدالحی ابڑو صاحب
استاذ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

موجودہ بینکوں کا سود زمانہ جاہلیت میں مروّجہ سود سے بدتر ہے

عرب علماء اور ماہرین معاشیات کی رائے

پچھلے دنوں وفاقی شرعی عدالت نے سود کو اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیتے ہوئے ملکی معاشیات کو اس سے پاک کرنے کا فیصلہ سنایا ' اس سے سرمایہ دار اور جاگیردار طبقے اور حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئیں ہے ۔ عدالت کے فیصلے کو جوں کا توں تسلیم کرتے ہوئے ہر قسم کے سود کو ختم کرنے کے بجائے مختلف حیلوں بہانوں سے اسے جاری رکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں اس سلسلے میں عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ عرب علماء موجودہ بینکوں کے منافع کو حرام کردہ سود کے زمرے میں شمار نہیں کرتے بلکہ اسے جائز سمجھتے ہیں ۔ذیل میں عرب دنیا کے نامور علماء کرام کی آراء کا ایک خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس ضمن میں کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہوسکے ۔

ازہر کی اسلامک ریسرچ اکیڈمی کی فقہ اور فتوی کمیٹی کے چیئرمین الشیخ محمد مصطفیٰ شلبی کی رائے

اصل قرضے پر کسی قسم کا اضافہ جو چاہے پہلے ادا کیا جائے یا بعد میں ' قرضے کے شرعی ہدف اور غرض و غایت کو ختم کردیتا ہے ' چاہے وہ قرضہ غیر پیداواری ہو یا پیداواری (صنعت و تجارت وغیرہ مقاصد کے لئے جیسے ایام جاہلیت میں مشرکین اور یہودی اپنے موسم سرما و گرما کے سفر تجارت میں ایسے قرضے لیا کرتے تھے) ۔ زمانہ جاہلیت میں سودی قرضے دونوں قسم کے مقاصد کے لئے لیے جاتے تھے جنہیں قرآن و سنت نے حرام قرار دیا ۔ اسلام صرف قرض حسن کی اجازت دیتا ہے جس میں پیشگی طے کردہ کوئی اضافہ نہ ہو ۔

یہی رائے اسلامک ریسرچ اکیڈمی کے سابق سربراہ ڈاکٹر عبدالجلیل شلبی کی بھی ہے ' جو بینکوں کے قرضے کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ خالص سود ہے جو شریعت میں قطعی طور پر حرام ہے ۔

قطر یونیورسٹی کے شعبہ شریعہ اور فقہ کے استاذ ڈاکٹر علی السالوس

امام جصاص فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں سود کی جو شکل رائج تھی وہ تھی: باہمی رضا مندی سے طے کردہ اضافے کے ساتھ رقم اور دینار کا قرضہ دینا ۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اس کی واضح طور پر ممانعت فرما دی ۔ اہل جاہلیت مذکورہ قرضے کا سود اخیر میں یکمشت یا ماہانہ قسطوں میں ادا کیا کرتے تھے ۔ قسطوں میں ادائیگی کا طریقہ انہوں نے رومیوں اور یونانیوں سے لیا تھا ' اور یہی طریقہ آج کل بینکوں میں مروج ہے جس کے مطابق جمع کردہ رقوم پر متعینہ شرح کے مطابق سود دیا جاتا ہے ۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ بینکوں کا منافع اس لئے حرام نہیں کہ اس میں کسی فرد کا استحصال نہیں ہوتا جبکہ جاہلیت کے سود کو حرام قرار دینے کی بنیاد مقروض کا استحصال تھا۔ اس شبے کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر سالوس کہتے ہیں کہ " عربوں کے ہاں غیر پیداواری قرضہ (جس میں استحصال زیادہ ہوتا ہے) بہت کم مروج تھا ' جبکہ بیشتر قرضوں میں براہ راست استحصال نہیں تھا ' جو مکے کے خوشحال چاہے تنگدست باشندے یمن اور شام کا سفر تجارت کرنے والے قافلوں کو فراہم کرتے تھے ' اس کے باوجود اسلام نے ان پر دیئے جانے والے منافع کو حرام ٹھہرایا ' بلکہ اس طرح کا پہلا سود جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقط کیا وہ آپؐ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کا تھا ۔

ڈاکٹر سالوس نے بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ پوری امت مسلمہ نے کسی اختلاف کے بغیر کتاب اللہ کی ہدایت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے وقت کے معاوضے میں قرضے پر بطور شرط عائد کردہ کسی بھی اضافے کو سود شمار کرکے حرام قرار دیا ہے ۔

ڈاکٹر عبدالحمید الغزالی استاذ اسلامی معاشیات ' قاہرہ یونیورسٹی اور چیئرمین مرکز برائے اسلامی معاشیات

بینکوں کے موجودہ ڈپازٹس اور ان پر دیئے جانے والے متعین منافع کے بارے میں بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالحمید الغزالی نے کہا کہ قرضے اور ڈپازٹ (امانت) میں فرق کرنا ضروری ہے ۔ قرضے کو مقروض استعمال کرتا ہے جبکہ ڈپازٹ (امانت) بنیادی طور پر کسی چیز کی حفاظت سے عبارت ہے ' کسی چیز کو اپنے ہاں بطور امانت رکھنے والے کے لئے اسے استعمال میں لانا جائز نہیں ' البتہ اگر وہ اسے مالک کی اجازت سے یا اجازت کے بغیر استعمال میں لاتا ہے تو اب یہ قرضے کی شکل اختیار کرلے گی ' جس پر کسی قسم کی اضافی رقم لینا ناجائز ہوگا ۔ اس لئے آج کل بینکوں میں جو رقمیں بطور ڈپازٹ جمع کرائی جاتی ہیں بینک اسے استعمال میں لاتے ہیں اس لئے یہ امانت کے زمرے میں نہیں آتیں ' ان پر جو منافع

دیا جاتا ہے وہ سراسر سود ہے اور کتاب و سنت کی رو سے حرام ہے ۔ اب تو " امانت " نام کی رہ گئی ہے حقیقت میں یہ ڈپازٹس امانت نہیں بلکہ قرضہ ہیں ' البتہ ڈاکٹر سنہوری کی رائے کے مطابق ان ڈپازٹس کو " ناکمل امانت " کہہ سکتے ہیں جو " امانت " کی کی شکل میں قرضہ ہیں ۔

ڈاکٹر عبدالجلیل شلبی کہتے ہیں کہ " ڈپازٹس پر جو منافع دیا جاتا ہے وہ قرضوں کے منافع کی طرح سود کے زمرہ میں آتے ہیں اور شرعی لحاظ سے حرام ہیں ۔ چنانچہ رقم بینک کے پاس بطور امانت ہوگی جسے اس کے اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے اگر بینک نے اسے استعمال میں لایا اور اسے منافع ہوا تو منافع بینک کا ہوگیا ' اسی طرح خسارہ بھی وہی برداشت کرے گا جبکہ ڈپازیٹر اپنے اصل سرمایہ کا حقدار ہوگا (روزنامہ " الشعب " قاہرہ ۱۵ ر اگست ۸۹ ء)

" پرانے فقہا کے ساتھ ساتھ مصر کے سرکاری عہدوں پر مختلف اوقات میں فائز ہونے والے علماء و فقہاء بھی وقتاً فوقتاً بینکوں کے سود کے حرام ہونے کے فتوے دیتے رہے ہیں ۔ سن ۱۹۰۷ میں مفتی اعظم مصر الشیخ بکرالصفی نے بینکوں کے منافع کی حرمت کا فتوی دیا تھا ۔ ۱۹۴۳ء میں مفتی مصر الشیخ عدالمجید سلیم نے بھی ایسا ہی فتوی دیا تھا ۔ شیخ محمد عبدہ نے بھی ایسے سود کی حرمت کا فتوی دیا تھا جسے ان کے ایک شاگرد نے نقل کیا ہے ۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار اہل علم مختلف اوقات میں فتاوی جاری کرتے رہے ہیں " (اسلامک اکنامکس سوسائٹی قاہرہ کے زیر اہتمام منعقدہ کانفرنس (مورخہ ۳۱ ر جولائی ۸۹ ء) میں ڈاکٹر عبدالحمید غزالی کے خطاب سے اقتباس)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی (ڈین شریعہ فیکلٹی قطر یونیورسٹی ۔ معروف داعی و فقیہ اور مئولف)

" میں فتوی کے سلسلے میں سہولت و آسانی کا علم بردار ہوں ' اس کی وجہ سے مجھے بعض اوقات بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ' اور مجھ پر دین کے بارے میں تساھل پسندی کا الزام لگایا جاتا ہے ۔ مجھے حضرت سفیان ثوری کا یہ قول بہت پسند ہے کہ " کسی مستند عالم دین کی طرف سے نرمی کا فتوی حکمت و دانش مندی کی علامت ہے " تشدید اور سختی کرنا تو ہر کوئی جانتا ہے " حرام " کا لفظ تو ہر ایک کہہ سکتا ہے ' لیکن جو شخص لوگوں کے لئے کوئی آسانی کی راہ نکالتا ہے تو یہ عین حکمت و دانشمندی ہے بشرطیکہ ایسا شخص مستند و معتبر ہو ۔ لیکن سود اور سودی منافع کا مسئلہ سختی اور نرمی کی بحث سے باہر ہے ۔ یہ معاملہ بہت پہلے ہی سے طے شدہ ہے ۔ (ازہر کی) اسلامک ریسرچ اکیڈمی نے جمال عبدالناصر اور حمزہ بسیونی کے زمانے میں (۱۹۶۵ء میں) بینکوں کے منافع کے حرام ہونے کا متفقہ فتوی دیا تھا ' اس کے بعد مختلف منافع پر منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنسوں میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ۔ چنانچہ اسلامی

معاشیات کی پہلی بین الاقوامی کانفرنس میں تین سو مسلم مفکرین اور ارباب دانش نے جن میں ماہرین فقہ و قانون ' معاشیات وغیرہ شامل ہیں) متفقہ طور پر ایک قرار داد منظور کی جس میں بینکوں کے منافع کو سود قرار دے کر اسے حرام ٹھہرایا گیا ۔ پھر دو بین الاقوامی فقہ کانفرنسوں میں بھی متفقہ طور پر اسے حرام کہا گیا ۔

میں یہ نہیں کہتا کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے ' لیکن ماہرین اصول فقہ کا یہ طے کردہ اصول ہے کہ کسی اجماع کو اسی طرح کا اجماع ہی منسوخ کر سکتا ہے ' اگر ایسا کوئی اجماع موجود ہے جو بینکوں کے سود کو جائز ٹھہراتا ہو تو سامنے لائیے (اسلامک اکنامکس سوسائٹی قاہرہ کی کانفرنس (منعقدہ مورخہ ۳۱ ر جولائی ۸۹ء) سے خطاب) ۔

بینکنگ سے متعلق جامعہ ازھر کے تحقیقاتی ادارے " اسلامک ریسرچ اکیڈمی " کی دوسری کانفرنس کی قرار داد

۱ ۔ قرض کی تمام اقسام پر منافع سود ہونے کی بنا پر حرام ہے ' چاہے قرضہ پیداواری مقاصد کے لئے ہو یا غیر پیداواری مقاصد کے لئے ' اس لئے کہ قرآن و سنت کی نصوص واضح طور پر دونوں اقسام کو حرام ٹھہراتی ہیں ۔

۲ ۔ سود کی ہر مقدار تھوڑی ہو یا زیادہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے مطابق حرام ہے :**یا یھاالذین امنوا لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفہ** (اے ایمان والو ' یہ بڑھتا چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو)

۳ ۔ منافع یا سود کی بنیاد پر قرضہ دینا حرام ہے 'کوئی بھی ضرورت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو اس کے جائز ہونے کا سبب نہیں بن سکتی ' اسی طرح سود پر قرضہ لینا بھی حرام ہے ' البتہ اگر انتہائی ضرورت و اضطرار کی حالت میں ایسا قرضہ لیا جائے تو اس صورت میں گناہ کی معافی ہو سکتی ہے ۔ اضطرار کا فیصلہ ہر آدمی کے اپنے دین ایمان اور ضمیر کے سپرد ہے ۔

۴ ۔ کرنٹ اکاؤنٹس ' چیک اور ڈرافٹوں کی ادائیگی 'کریڈٹ لیٹرز ' ایکسچنج بل اور بینکنگ کے اس طرح کے دیگر ملکی سطح پر کئے جانے والے معاملات جو صارفین اور بینکوں کے درمیان ہوتے ہیں اور ان پر جو اجرت لی جاتی ہے وہ سود کے زمرے میں نہیں آتی ۔

۵ ۔ طویل المیعاد اکاؤنٹس یا سودی اکاؤنٹ کھولنا یا سود پر قرضے فراہم کرنا " سودی معاملات " کے ضمن میں آتا ہے ' اس لئے ایسا کرنا ناجائز ہے ۔

" اسلامک بینکنگ " سے متعلق دوسری کانفرنس (منعقدہ مورخہ ٦ ۔ ٨ جمادی الثانیہ

۱۴۰۳ھ ی ۲۱ ی ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء) کی تجاویز اور قرار دادیں

۱ ۔ کانفرنس نے اس بات پر زور دیا کہ مغربی اور دیگر ماہرین معاشیات جس چیز کو " منافع " (Interest) کا نام دیتے ہیں وہ شرعی لحاظ سے حرام کردہ سود ہے ۔

۲ ۔ کانفرنس صاحب ثروت مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے مال ترجیحی طور پر عرب اور مسلمان ممالک کے اسلامی بینکوں ' کمپنیوں اور مالی اداروں میں یا پھر غیر مسلم ممالک کے مسلم اداروں میں ڈپازٹ کروائیں ' جب تک ایسا نہ ہو اس وقت تک انہیں سود کی مد میں غیر اسلامی بینکوں سے جو " منافع " ملے وہ چونکہ حرام ہے اس لئے اسے لے کر مسلمانوں کے رفاہی کاموں میں صرف کردیں ۔ اگر غیر اسلامی بینکوں میں رقوم ڈپازٹ کرانے سے بچا جا سکتا ہے اس کے باوجود ان کے ساتھ مالی لین دین جاری رکھنا شرعی لحاظ سے ناجائز عمل ہے ۔

۳ ۔ کانفرنس مطالبہ کرتی ہے کہ موجودہ اسلامی بینکوں کو مضبوط بنایا جائے اور اس طرح کے مزید بینک کھولے جائیں تاکہ ہر سطح پر ان سے استفادہ کیا جائے

بینکوں کا منافع (تحریر " پروفیسر ڈاکٹر فتحی ا و لاشین مشیر شریعت برائے دبئی اسلامک بینک اور ممبر کمیٹی برائے فتوی و نگرانی

۱ ۔ معاشیات کی اصطلاح میں " منافع " (Interest) اس رقم سے عبارت ہے جو اصل سرمایہ قرض پر اضافہ کرکے دیا جائے ۔ چنانچہ یہ ایک ایسا معاشی مظہر ہے جس کی بنیاد معاہدہ قرض ہے ۔ اور معاملہ کی ایک مخصوص نوعیت " ڈپازٹ " سے وابستہ ہے ۔ یہ " منافع " اصل سرمایہ قرض پر فی سینکڑہ کے حساب سے دیا جاتا ہے ' فائدہ اور نقصان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ' ادائیگی کے وقت اصل سرمایہ کے ساتھ اسے ملا دیا جاتا ہے ' پس اس کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ پہلے سے متعین کردہ ہوتا ہے ' اور اصل سرمائے کی طرح واجب الاداء ہوتا ہے ۔

۲ ۔

بینک ڈیپازٹس کی حقیقت :

سودی بینکوں میں سرمایہ رکھنے کی شکل اپنی حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے " ودیعت " (امانت) نہیں ' اگرچہ اسے اپنے آغاز اور بنیاد کے تسلسل کی وجہ سے " ودائع " (Deposits) کہا جاتا ہے جبکہ " ودیعت " شرعی اور قانونی لحاظ سے کسی چیز کی حفاظت کرنے کا معاہدہ ہے چاہے معاوضے پر ہو یا بلا معاوضہ ' موجودہ بینکوں میں کرایہ پر " لاکرز " مہیا کرنا اس کی ایک شکل ہے ۔ بنیادی طور پر "

ودیعت " (Deposit) کو وہ شخص اپنے زیر استعمال نہیں لاسکتا جس کے ہاں اسے (بطور امانت) رکھا گیا ہو ' اگر وہ چیز خود ہی تلف ہوگئی ہو تو متعلقہ شخص سے اس کا تاوان نہیں لیا جائے گا بلکہ اپنے مالک کی ملکیت کے طور پر تلف ہوگی ۔ اگر اپنے پاس بطور امانت رکھنے والے صاحب نے اسے اصل مالک کی اجازت سے یا بغیر اجازت استعمال کیا تو وہ اس کی ادائیگی کا پورے طور پر ذمہ دار ہوگیا اور یہ اس کے ذمے میں بطور قرض ہوگی ۔

موجودہ بینکوں کے ڈیپازٹس ' درحقیقت ڈیپازٹس (امانت) نہیں ہوتے ' اس لئے کہ بینکوں کے مروجہ عرف میں اسے بینک کے ذمے قرضہ ہی تصور کیا جاتا ہے ۔ چنانچہ بینک اس میں اپنی آزاد مرضی سے تصرف کرتا ہے اور سرمایہ کاری کی صورت میں خود ہی اس کے منافع کا مالک ہوتا ہے ۔ ڈیپازیٹر مقررہ وقت پر سرمائے کی قیمت اور منافع حاصل کرسکتا ہے ' چونکہ یہ رقم بینک کے ذمے قرضہ ہوئی ہے اس لئے بینک مقروض ' اور ڈیپازیٹر قرض دہندہ بن جاتا ہے ' جبکہ اس پر " منافع " (Interest) کی ادائیگی کی ' رواجی اور تحریری معمول کے مطابق (گویا کہ) پہلے ہی سے شرط ہوتی ہے ۔

یہ کہنا کہ " یہ قرضہ کی لین دین کا معاملہ نہیں " ' درست نہیں ورنہ پھر اس کی اور شکل کیا ہے ؟ قرضے کی شرائط میں مقروض کی طرف سے مانگنا شامل نہیں ' چنانچہ اگر کسی مالدار کو ضرورت مند کی ضرورت کا پتہ چلے اور وہ اسے از خود (مانگے بغیر) قرضہ دے دے تو اگر اس نے واپس لینے کی نیت سے ایسا کیا ہے تو یہ قرضہ ہی ہوگا ۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مقروض کا ضرورت مند ہونا بھی اس کے لئے شرط نہیں ' اس لئے کہ ایک مالدار کا دوسرے مالدار سے کسی بھی وجہ سے قرضہ لینا درست ہے ۔ ایسی صورتیں روزمرہ زندگی میں پیش آتی رہتی ہیں ' قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ایسا کرنے کا ثبوت ملتا ہے : **وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ** اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مقروض مالدار ہو اور اسے قرضے کی واپسی کی استطاعت ہو تو مہلت دیئے بغیر اس پر ادائیگی لازم ہے ۔

۴ ۔ سودی بینک سرمایہ کاری کا کاروبار نہیں کرتے ' بلکہ پیسوں کی لین دین کے ذریعے تجارت کرتے ہیں ۔ بینک قانونی طور پر صارفین کی رقموں سے سرمایہ کاری کرکے فائدہ اور نقصان کا خطرہ مول نہیں لے سکتے ۔ بینکوں کے کاروبار کی بنیاد یہ ہے کہ سود پر رقمیں حاصل کرکے زیادہ شرح سود کے ساتھ ان سے قرضہ دیا جائے اور اس شرح میں جو کمی بیشی ہے اس کا فائدہ اٹھایا جائے ۔ سرمایہ دارانہ نظام معاشیات کی بنیاد بھی یہی ہے ۔ دونوں صورتوں میں بینک کی پوزیشن مقروض اور قرض دہندہ کی ہوتی ہے ' جبکہ درحقیقت اس کی اصل پوزیشن ایک سودی دلال کی ہے جو دونوں منافعوں کی شرح میں پائے جانے والے فرق (Difference) کا مالک بن جاتا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ بینک جو منافع دیتا یا لیتا ہے وہ سراسر سود ہے جس میں " ربا " کے تمام اجزاء اور اسکی حقیقت و ماہیت پوری طرح موجود ہے ۔ ماہرین معاشیات اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "

منافع (Interest) پیسوں کے استعمال کی اجرت یا قیمت ہے جس ... اصل ڈپازٹ ... قرضہ ہے ' اور پیسہ ہی وہ بنیادی چیز ہے جو ڈپازٹ کے عمل کا محور ہوتا ہے ۔ ماہرین قانون " منافع " کو تلافی (Compensation) کا نام دیتے ہیں لیکن اس نام کا اس پر انطباق نہیں ہوتا ' اس لیے کہ اس میں قطعی طور پر یہ شرط نہیں کہ قرض دہندہ کو کوئی نقصان پہنچا ہو ' چنانچہ یہ حضرات ' قرض دہندہ کے ان رقوم سے استفادہ نہ کرسکنے ہی کو بذات خود نقصان قرار دیتے ہیں چاہے اس دوران اسے ان کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو ۔

ازھری علماء کا فتوی

جامعہ ازھر کے ایک سو نامور علماء اور اساتذہ نے بھی بیک زبان سیونگز سرٹیفکیٹس اور سیونگ اکاؤنٹس سے حاصل ہونے والے منافع کو ناجائز قرار دیا ہے ۔ مصر کے ایک اخبار " النور " نے اپنی ۲۰ ر ۹ ر ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں ان کے ناموں کی مکمل فہرست شائع کی ہے ۔

بقیہ : سرسید اپنی تحریرات کے آئینہ میں

نفاذ حدود اللہ کا انکار

سورۃ المائدہ کی آیت ۴۳ ۔ ۳۸ کے تحت لکھتے ہیں ۔ ان آیتوں میں جو ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم ہے اور نیز اس آیت میں جس میں چور کا صرف ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے وہ لازمی نہیں ، اور جن لوگوں نے اس کو لازمی سمجھا ہے انہوں نے استنباط مسائل میں غلطی کی ہے ۔

(تفسیر القرآن ج ۳ صـ۱۳۲)

معراج جسمانی کا انکار

ہمارا اور ہر ذی عقل کا بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس (معراج) کو ایک واقعہ خواب کا تسلیم کرے (تفسیر القرآن ج ۶ صـ۱۲۲)

ہماری تحقیق میں واقعہ معراج کا ایک خواب تھا جو رسول نے دیکھا ۔ اسی خواب میں یہ بھی دیکھا کہ جبرئیل نے آپ کا سینہ چیرا اور اس کو آب زمزم سے دھویا قابل انکار نہیں ہے اور نہ اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ ہے ۔

(تفسیر القرآن ج ۶ صـ۱۳۰)

سرسید احمد خان کے ہفوات ، باطل عقائد و نظریات اور خرافات ہم نے بلا تبصرہ اس لیے نقل کر دیئے ہیں کہ عام قارئین اور کم تعلیم یافتہ مسلمان بھی ان بنیادی اور اصولی عقائد و نظریات اور شرعی حقائق اور ان کے مسلمہ دینی حیثیت سے باخبر رہیں جن کا سرسید نے اپنی مندرجہ بالا تحریرات میں انکار کیا ہے اس آئینہ میں سرسید کے پیروکار اور اس کو خالص دینی اور علمی رہنما تسلیم کرنے والے اس کے حقیقی چہرہ کو بھی دیکھ سکتے ہیں ۔